تبصرے

<u>مسلمان اور سیکولر ہندوستان</u> از ڈاکٹر مشیر الحق ریڈر شعبۂ ویسٹ ایشیا اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تقطیع متوسط، ضخامت ۱۸۰ صفحات، کتابت و طباعت اعلیٰ، قیمت مجلد ۶/۵، پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ - جامعہ نگر - نئی دہلی - ۲۵-

آج کل صرف مسلمانوں کے لئے نہیں - بلکہ پورے ملک اور قوم کے لئے ایک اہم اور بنیادی سوال یہ ہے کہ مسلمان بہ حیثیت ایک فرقے کے سیکولر ہندوستان کے فریم میں فٹ بیٹھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں بیٹھ سکتے تو اس ملک میں امن کا مستقبل کیا ہوگا؟ اور اگر بیٹھ سکتے ہیں تو کس حد تک؟ اور وہ حد کیا ہے؟ چنانچہ آزادی کے بعد سے اب تک مسلم اور غیر مسلم اہل قلم اور مفکرین اس پر اظہار خیال کرتے رہے اور انگریزی اور اردو میں لکھتے رہے ہیں - زیر تبصرہ کتاب بھی اسی موضوع پر ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ لائق مصنف نے اسے جس محنت و کاوش، سنجیدہ نگاری اور اعتدال فکر و ذہن سے مرتب کیا ہے - اس کی وجہ سے اب تک جو کچھ اس مسئلے پر لکھا گیا ہے اس سب پر سبقت لے گئی ہے - کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے - باب اول میں مذہب سیکولرزم اور سیکولر ریاست - ان میں سے ہر ایک کی تعریف کرکے ان کے باہمی تعلق، مسلمانوں کے مختلف طبقات کا سیکولرزم اور سیکولر ریاست کے متعلق ردعمل اور اس کے وجوہ و اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے - دوسرے باب میں

مسلمانوں کی دینی تعلیم کے نظام کا اعداد و شمار اور حقائق و واقعات کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں عربی مدارس کا نصاب تعلیم، طریق درس، طلبار کی تربیت اس کے اچھے بُرے نتائج، بعض مشہور مدارس میں طلبار کی تعداد، علمار کے دینی اور سماجی اور سیاسی کارنامے وغیرہ۔ ان سب پر کلام کیا گیا ہے۔ باب سوم جس کا عنوان دینی رہنمائی ہے اس میں بڑی تفصیل اور وضاحت سے اس پر بحث ہے کہ مسلمان شروع سے آج تک ہمیشہ ہر معاملہ میں دین اسلام سے رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں۔ اور چونکہ دین کے عالم علمار ہوتے ہیں۔ اسی لئے مسلمان ان کے زیر اثر و قیادت رہے ہیں۔ اسی سے فتویٰ کا رواج ہوا۔ استفتا کیسے کیا جاتا ہے۔ فتویٰ کس طرح دیا جاتا ہے کتب فقہ کی جامعیت مسائل و معاملات کا کیا عالم ہے۔ مفتیوں میں اختلاف کی کیا وجہ ہے۔ ہندوستان میں اس کا کیا طریقہ رہا ہے۔ باب چہارم قانون اور شریعت پر گفتگو کیلئے مخصوص ہے۔ اس ذیل میں تقسیم سے قبل جو وقف ایکٹ اور شریعت ایکٹ بنا اور اب برسوں سے مسلم پرسنل لا پر موافق اور مخالف جو کچھ کہا اور لکھا گیا ان سب کا ایک مربوط تذکرہ ہے۔ باب پنجم میں جو مبہم سیکولرزم کے زیر عنوان ہے ان دشواریوں اور پیچیدگیوں پر تبصرہ کیا گیا ہے جو سیکولرزم کا واضح تصور نہ ہونے اور حقیقی سیکولرزم کے عملی فقدان کے باعث پیدا ہو رہی ہیں۔ ان پانچوں ابواب پر سیر حاصل گفتگو کے بعد ایک باب میں ان سب کا خلاصہ اور ان سے جو نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ ان کو قلمبند کیا گیا ہے۔ آخر میں تین ضمیمے ہیں جو مسلم پرسنل لا سے متعلق مختلف سرکاری قوانین کی دستاویزات پر مشتمل ہیں۔ ان کے بعد کتابیات اور شروع میں ایک مختصر دیباچہ! یہ ہے کتاب کی کل کائنات۔

لیکن اس کتاب سے نہ اصل مسئلہ کا حل پیدا ہوتا ہے اور نہ اس سے کوئی قطعی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ہندوستان کے واضعین دستور، پنڈت جواہر لال نہرو اور ڈاکٹر رادھا کرشنن کی تحریروں اور تقریروں اور جیسا کہ مصنف نے خود لکھا

ہے کہ دستور کے مطابق حلف وفاداری میں خدا کا نام لینا پڑتا ہے۔ ان سب سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہندوستان کے سیکولر ہونے کے معنی "لادینی" کے ہرگز نہیں ہیں بلکہ غیر مذہبی ہونے کے ہیں۔ اور یہ لفظ انگریزی لفظ Theocracy کی ضد ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ مسلمانوں نے من حیث القوم سیکولرزم بایں معنی کو نہ صرف قبول کیا ہے، بلکہ اسے خوش آمدید کہا ہے اور اب مسلم پرسنل لا وغیرہ کے سلسلے میں حکومت سے جو شکایات یا بالفاظ صحیح تر حکومت سے جو مطالبات ہیں ان کا منشا ہرگز یہ نہیں کہ وہ سیکولرزم کو ہضم نہیں کر سکے ہیں۔ بلکہ ان مطالبات اور شکایات کی بنیاد یہ ہے کہ دستور میں بیان کردہ سیکولرزم پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ اور خود حکومت بھی اس کو تسلیم کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ مسز اندرا گاندھی نے اور کانگریس نے بار بار اعلان کیا ہے کہ مسلم پرسنل لا میں مداخلت نہیں ہوگی۔ مصنّف لکھتے ہیں سیکولرزم اور سیکولر ریاست پر مسلم سماج ابھی تک ایک دبدھے کی حالت میں ہے (ص ۴۵)۔ ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ مسلمانوں کو جو تشویش ہے اور جس میں ان کے ساتھ بہت سے اپنائے وطن بھی شریک ہیں وہ یہ ہے کہ کہیں ہندوستان کا یہ سیکولرزم کمیونزم کے زیرِ اثر آکر "لادینیت" کے ہم معنی نہ ہوجائے پھر یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کہ سیکولرزم ایک طریق حیات ہے۔ وہ طریقہ حیات نہیں ایک نقطۂ نظر (Attitude of Mind) ہے جس کا ظہور دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ دنیاوی معاملات میں اشتراک و تعاون کی شکل میں ہوتا ہے۔ مصنّف نے کچھ مجملاً اشارے کیے ہیں لیکن ان کو دینی تعلیم اور دینی رہنمائی کے سلسلے میں اس سوال پر بھی غور کرنا چاہیئے تھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ تحریک آزادی کے دلو ںمیں

علی گڑھ مسلم لیگ کا حامی اور تقسیم کا پرجوش داعی تھا۔ اور اس کے برعکس دیوبند کانگریس کا ساتھی اور تقسیم کا سخت مخالف تھا۔ علاوہ ازیں انھیں حضرت شیخ الہند کی تحریک اور اس معاملہ میں ہندوؤں کے ساتھ ان کے تعاون کا بھی ذکر کرنا چاہیئے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا کہ دینی تعلیم اور انگریزی تعلیم ان دونوں میں سیکولرزم یعنی مذکورہ بالا کا ذہن پیدا کرنے میں کتنا بڑا فرق ہے۔ لائق مصنف کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے یہ کتاب غیر جانبدار ہو کر لکھی ہے لیکن یہ کتاب کا ہنر نہیں بلکہ عیب ہے کیونکہ اس کی وجہ سے کتاب واقعات کی کھتونی ہو کر رہ گئی ہے اور واقعات بھی باہمدگر مختلف اور متضاد ہیں۔ اس لئے قاری کا ذہن کسی نتیجہ تک پہنچنے سے قاصر رہ جاتا ہے۔ بعض جگہ تعبیر کی غلطی بھی ہے مثلاً ص ۹۵ پر استحسان کو مفاد عامہ کا ہم معنی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ اس کے لئے اصولِ فقہ میں ایک اور مستقل اصل ہے۔ اور اس کا نام ہے "المصالح المرسلۃ" امام مالک کے ہاں اس کی بڑی اہمیت ہے رہا استحسان تو یہ قیاس خفی کا نام ہے مفادِ عامہ وغیرہ سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

ان کوتاہیوں سے قطع نظر واقعات کے تجزیاتی بیان۔ حسن ترتیب اور معلومات کے اعتبار سے کتاب قابلِ قدر اور لائق مطالعہ ہے زبان